جلد ۱۴ — **مضامین غیر** — نمبر ۲۳

(بابتہ ۲۰ جون ۱۹۲۹ء)

خمریات جگر

(پی گیا)

ہماری شعر و شاعری نے کیا ترقی کی ہے کہ بایں وضاحت نئے اصناف سخن اور ان کے نام ... ہیں ... کم ... محسوس ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے کوئی سامنے آئے تو ... اصناف سخن کے اصطلاحی نام وضع کرنے کی یہ تدبیر جدید شعرا نے اب اختیار فرمائی ہے وہ بہت آسان ہے یعنی کسی شعر کا مضمون یا موضوع لے لیجیے اور اس کے آخر میں "یات" کا الحاق فرما دیجیے بس اصطلاحی نام کی صنعت برقرار۔ مثلاً کوئی صاحب ہمارے محترم ڈاکٹر سر اقبال کا یہ مشہور مطلع پڑھیں ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

تو صنف سخن ظاہر کرنے کے لیے "سجدیات" حضرت اقبال کہہ سکتے ہیں یا حضرت ...... کا یہ شعر کہیں ؎

کبھی اے حسین کشتہ ... نظر آ ... میں
کہ ہزاروں ... ہیں مرے ... میں

تو عنوان میں "..." حضرت ...... لکھ دیں۔ یا ایک دوست کی یہ مشہور غزل کہیں درج کریں جس کا مطلع ہے ؎

شب جو اس نے جلا دی آتش کے وقفہ میں
برق سی ایک چمک گئی آج سر نیاز میں

تو "شبیات" سے ناظرین فرمائیں۔ ذیل میں ... جگر کے عجیب ترقی آباد میں "خمریات جگر" کے عنوان سے ایک نظم نظر سے گزری جب قاعدہ ہم نے سمجھا کہ خمریات سے مراد وہ صنعت ہے جس میں شراب کا ذکر ہو۔ خمریات جگر کے نیچے دوسرا عنوان "پی گیا" ہے مگر ...

"خمریات" نے کھٹکا ... "پی گیا" کا ابہام اکثر اشعار میں ذہن سامع کو بہکا دیتا۔ کیا پی گیا؟ اس نظم کے نصف درجن مطلع ہیں۔ شاعر صاحب سے نہ ہم واقف ہیں نہ آپ کو واقف ہونے کی ضرورت ہے۔ کلام دیکھیے اور اس سے جو مطلب سمجھ میں آئے کر لیجیے شاعر کی ذات سے کوئی علاقہ نہیں۔ مطلع ہے ؎

ساقی کی ہر نگاہ پہ بل کھا کے پی گیا
لہروں سے کھیلتا ہوا لہرا کے پی گیا

ساقی کی نگاہ بل کھائی ہوئی مدد چشم سے چلی۔ ساقی تھا کہ پٹنا یا کراہ ... جسکی پتلیاں ایک جگہ ٹھہرتی نہیں بھنگی کی طرح گھومتی یا رسی کی طرح بل کھا رہی تھیں۔ شعرا آنکھوں کو کبھی پیمانہ اور پیالہ اور ساغر کہتے ہیں اس اعتبار سے بل کھانے والی نگاہ سے جو جگر کی بل کھائی ہوئی دھار نکلی وہ ضرور شراب ہوگی۔ پینے والا اسی رسی میں بندھا ہوا تھا اسلیے وہ بھی بل کھا کے پی گیا۔ دھار ناچتی ہوئی حلق میں پہنچ گئی۔ قصہ ختم ہوا۔ اب یہ لہریں کس بلا سے نکلیں جنھوں نے بل کھا کے پی جانے کے بعد لہرا کے پینے پر مجبور کیا مبہم ہے چونکہ شعر ... قافیہ ہے ورنہ دوسرے مصرعے میں لہرا کے اور بل بے جوڑ ہے لہذا مصرعہ ثانی یوں ہوتا تو اچھا تھا ؎

جنگلی نچائی اس نے میں جھٹکا کے پی گیا

پھر فرماتے ہیں ؎

بے کیفیوں کے کیف سے گھبرا کے پی گیا
توبہ کو توڑ تاڑ کے تھرا کے پی گیا

شاید "کیف" کاتب کی غلطی ہے پہلا مصرعہ یوں تھا ؎

بے کیفیوں کی قیمت سے گھبرا کے پی گیا

قیمت ... اور ... سیاہ ... بے کیفی میں کیف کہاں؟ یعنی ... کا اجتماع کیسا؟ دوسرے مصرعے میں تھرانا فضول ہے کیونکہ کوئی بڑی چیز نہیں جو توڑنے والے کے جسم پر تھرتھری پیدا کرے۔ ہاں توبہ توڑنے والا کسی قدر ڈرا ضرور ہوتا ہے لہذا دوسرا مصرعہ یوں پڑھیں تو اچھا ہے ؎

توبہ کو توڑ تاڑ کے ڈر کے پی گیا

یہ اصلاح ناپسند ہو تو پھر پورا مطلع یوں پڑھیے ؎

بے کیفیوں کے خوف سے تھرا کے پی گیا
توبہ کو توڑ تاڑ کے گھبرا کے پی گیا

یعنی کہ خوف سے انسان تھراتا ہے اور توڑ تاڑ سے گھبراتا ہے۔ تیسرا مطلع ہے ؎

اُن مست انکھڑیوں کی قسم کھا کے پی گیا
جب ابر آ گیا کوئی لہرا کے پی گیا

قسم کھائی اور پی گئے آخر کھانے کے بعد پینے کا دستور ہی ہے مگر یہ ابر ... عجب چیز ہے ہر جگہ موجود رہتی ہے یعنی جہاں شاعر بے بس ہوتا ہے وہیں اپنا پاؤں اڑا دیتی ہے چنانچہ اس خمریات کی بے بسی میں ... کا ذکر کتنی مصرعوں میں ہوگا۔ چوتھا مطلع ہے ؎

اک شاہد خیال کو پٹا کے پی گیا
اچھی میں باہیں ڈال کے اٹھلا کے پی گیا

یہ اٹھلانے کا ذکر کچھ اور ہی ظاہر کرتا ہے ... میں شاہد خیال کے سینے پر نگاہ پڑی اور شیر خوارگی یاد آ گئی۔ اس مطلع کو پڑھ کے ہرگز پی جانے سے کوئی شراب پینا مراد نہیں لے سکتا۔ قرینہ جو شاعر کے اسی پر چلنا چاہیے۔ گلے میں باہیں ڈالنے تک تو حصہ درست تھا مگر اچھی میں باہیں ڈال کے اٹھلانا بے معنی ہے لہذا دوسرا مصرعہ یوں ہوتا تو اچھا تھا مطلب صاف ہو جاتا ؎

اور دودھ ... کے وہ اٹھلا کے پی گیا

پانچواں مطلع ملاحظہ ہو ؎

میں مست توبہ کرتے ہی پچھتا کے پی گیا
ساغر اچھال اچھال کے لہرا کے پی گیا

مست کو ساغر عزیز ہوتا ہے لہذا ساغر اچھالنے ... سستی ہو تو وہ اچھالنا اور دشکنا ہے اگرچہ لہرانے کا جوڑ پھر بھی الگ رہتا ہے۔ چھٹا مطلع ہے زہے ... ؎

وحشت بقدر جوش طلب پا کے پی گیا
ساقی کی ہر نگہ کے مزا کے پی گیا

اچھا کیا دوست ... پی گئے یا بہتر پی گیا ... اور کچھ مطلب شعر سے نہیں نکلتا۔ نہیں ایک لفظ ہے ... مطلعوں سے ... ربط سے جان ... اب اشعار کی طرف توجہ کا منہ پھیریے ؎

واہ خدا یہ میری خوش نصیبی دیکھنا
رحمت کو باتوں باتوں میں بہلا کے پی گیا

یہاں بھی مفعول ظاہر ہو گیا کیا پی گیا؟ ابھی رحمت یا آپ رحمت۔ پھر فرماتے ہیں ؎

جب جب جہاں ہوش سے وحشت بھلی
اپنی حقیقتوں کی طرف آ کے پی گیا

ہاہا! جب جب کی بھی خوب کہی۔ کس قدر فصیح ہے۔ حقیقتیں کئی ہیں مگر کوئی سامنے نہیں آتی جو پی گیا کی وجہ معلوم ہو۔ چوتھا شعر ہے ؎

میں اور ترک خاہد ساغر خدا گواہ
جب آ گیا خیال بھی جھلا کے پی گیا

جھلانے کا سبب ظاہر نہیں۔ شاعر ایک سخن ہے توانائی کی ریل پیل ہے ایک جھلا۔ کیا ہے اگر سبب کے اظہار کی ضرورت نہیں تو جو چاہے کہہ دیجیے۔ غرا کے پی گیا۔ بگڑ کے پی گیا۔ گڑگڑا کے پی گیا۔ جھنجلا کے پی گیا۔ بدو کے پی گیا۔ یا وہی لہرا کے پی گیا کیا بجا ہے سب ہی گڑ سے بر محل ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

اے ساقی ازل تری فرقت کے میں نثار
توبہ کے ہر خیال کو ٹھکرا کے پی گیا

یہ دوسری مرتبہ رحمت سامنے آئی اور حلق کے نیچے اتری ہے۔ پیٹ کا ہے کہ رحمت کی مشق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

پیتا بغیر اذن یہ کب تھی مری مجال
در پردہ چشم یار کی شہ پا کے پی گیا

واہ "پا" اور "پی" تو جواب ہو رہ گیا۔ حاصل غزل تو کچھ ہے نہیں سب لگے ہاتھوں یہ بھی کیوں نہ پڑھیں ؎

پیتا بغیر اذن یہ کب تھی مری مجال

گمر ریزی ملاحظہ ہو ؎

میری نگاہ و فکر پہ جب چھا گئی بہار
تنکیوں میں ڈھکے لہرا کے پی گیا

صنعت "پ" "پا" میں اس سے بہتر شعر ملنا مشکل ہے نگاہ و فکر کے ... چھائی رہ ... نہیں کالی پر ...

پھر غوطہ مارا اور لہرا کے پی گیا۔
حضوری کا نمونہ دیکھیے ؎

میں اور شکست توبہ بس اب اور کیا کہوں
کیا جانے کس خیال میں گھبرا کے پی گیا

گھبراہٹ میں کبھی بال کون دیکھتا ہے۔ وہ خیال تو گھبرانے والی چیز ہی ... ورنہ بالوشی نہیں دنیا دوشی کی باقی یہ ہے ؎

سرمستی ازل مجھے جب یاد آ گئی
دنیائے اعتبار کو ٹھکرا کے پی گیا



بھگ۔ وت۔ تجربہ کی غلطی۔ گندھک کا زور۔ یعنی مقدمہ مبازی کا حشر

پھینے ٹھکرا کر پھر پیا۔ شاید بادہ کشی کا یہ کوئی نیا ڈھنگ یا طور یا دستور ہے پھر ساری دنیا کے اعتقاد کو یک جرعہ نگل لینا بھی معجزہ ہے۔

اختصار کی خوبی قابل غور ہے ؎

افسانہ مختصر ہے مری مے کشی کا ہے
تو نے بلا دی جب مجھے لہرا کے پی گیا

یہ آخری لہرا ہے پینے میں لہرائے بغیر کام نہیں چلتا۔ حضرت شاعر نے واقعی لہرانے کی حد کر دی لہرانے سے جی نہیں بھرتا تو یوں کیوں نہ پڑھیں ؎

افسانہ مختصر ہے مری مے کشی کا ہے
لہرا دی تو نے جب مجھے لہرا کے پی گیا

حیرتِ شاعری کا دوسرا اذ دیکھیے ؎

جس جس مقام پر مجھے منقل کیا آ پڑی
افسانۂ حیرت کو دوہرا کے پی گیا

فقط افسانہ بیکار ہے یہ شعر بھی حیرت کو دوہرا کے پی گیا کہنے یعنی بستر پیٹ کے پی گیا اور جنگل سے جہاں پیڑ کے ... بولنا جیسا لینا ... جل رو جل پیٹ کی نعمت کوٹھری کے اندر حیات گھنٹہ ... ہر دم ترنم میں جنس کے راجہ والی بیٹا کی طرح بونے لگی میں تو اندھیری کوٹھری میں آئی میں اندھیری کوٹھری میں آئی۔

مقدر خواہی کے جلوے پیش ہیں کیجیے ؎

اے رحمت تمام سری ... معاف
ہیں وہ تمہارے شوق میں گھبرا کے پی گیا

لیجیے یہ طیبی ... رحمت کا تیسرا دور ہے فرق صرف ... تمہارے ... میں نقص و کمال کی ... رحمت تمہارے شوق کے ... سخن سے ... کی ... حد سے میں ... ہوئی ... گھبراہٹ خوش نصیبی پر مبارکباد دیجیے ؎

... ہے کس کو خاص ترے دست ...
میرے نصیب تھے کہ تجھے پا کے پی گیا

اب کی ہے پایا تھا اسی کو پی گئے چلو فرصت ہوئی نہ ہوگا ... بچے گی بانسلی۔ شرم آلودگی دار طلب ہے ؎

آلودگی خاطر ساقی کو دیکھ کر
مجھ کو یہ شرم آئی کہ شرما کے پی گیا

شی رد مضمون کا تقاضہ ہے کھانے پینے میں شرمانا ہے کہ سسرال والے ... کہیں ... بچہ نہ پیشہ ور مزہ ڈر منیوں کی زبان پر ہے: کھانا کھا لیجے جیٹھ جی سے بھی پینا نہ جانے دو دو ... شرمانا ہے، مگر میاں رحمت ہم ہوئی کو مارے شرم کے غٹ غٹ پی گئے۔

غلط کردہ سے

اس جان بیکس کی قسم بار بار جگر
کل عالم نسیا ہو میں جاکے پی گیا

خوب شد۔ قسم کھانے کی چیز تو تھی مگر بطور سودے کے کھایا کرتے تھے۔ کل عالم نسیا پر جاکے پی گئی۔ اب کھانے کے لیے باقی رہی نہ پینے کے قابل۔ اتنی بھی نہیں کہ کوئی جانے۔

معلوم ہوا کہ شاعری کا گھونٹ نا اور سے کا گھونٹ ہے جس کا جی چاہے جھٹ سے پی جائے۔ فانی مرحوم گیا اپنی ایسی تیسی میں اور زبان کی خوبی یا اردو کی ترقی چولھے میں۔ اگر یہی شاعری ہے تو اہل علم کو اس سے پناہ مانگنی لازم ہے۔ میدان ادب ان لفظوں کے لیے خالی چھوڑیں اور گھر کے کیواڑے بند کر کے بیٹھ رہیں فقط۔

واقف

ادبا و شعرا

الروضۃ البہیہ فی تاریخ سلاطین فاطمیہ

ہندوستانی اسلامی فرقوں میں بوہروں کی جماعت ایک نامور تجارت پیشہ جماعت ہے۔ اسلامی مورخ اس جماعت کو ملاحدہ، اسماعیلیہ، باطنیہ، قرامطہ اور اسی قسم کے دوسرے توہین آمیز ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ مگر ایک زمانہ تھا کہ بڑی بڑی سلطنتوں کے ایوانوں میں ان کے نام سے لرزہ پڑ جاتا تھا۔ مصر، سسلی، افریقہ و شام وغیرہ پر ان کا پرچم عروج کے زمانہ میں یہ فاطمیین کے نام سے ملقب تھے تقریباً تین سو برس تک وہ حکومت کرتے رہے۔ ان میں بڑے بڑے نامور شعرا و حکما گذرے ہیں۔ مثلاً معلم الدین مؤید شیرازی و محمد بن عبد اللہ المستنصر باللہ بو علی ابن سینا۔ سلاطین الوجیہ نے ان کا قلع قمع کیا اور اس زمانے سے پیشتر جب حکومت ہاتھ سے جاتی رہی تجارت رہ گئی۔ اس گروہ نے تقیہ میں اتنا مبالغہ کیا کہ کوئی مدون اور مستقل تاریخ جو ان کے مفصل حالات کی حامل ہو موجود نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ازراہ تقیہ عوام کی نگاہوں سے ایسی کتابیں مخفی رکھی گئی ہوں۔ بااینہمہ جستجو ضائع کے نزدیک عام اسلام کی کتب سیر و تاریخ سے بھی اس مقتدر گروہ کے عمدہ کارناموں کا انتخاب آسان ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر غیروں نے کتابیں مثلاً خطط مقریزی اور ابو المحاسن کی اعمال الجواہر۔ مگر وہ خلط مبحث اور التباس کے عیب سے خالی نہیں ہیں۔ اور اتنی بھی ہے کہ بس نام گن لیجیے کام ندارد۔ یہ گروہ بھی اختلاف و افتراق کے عیب سے حسب معمول دامن پاک نہ رکھ سکا۔ کئی فرقے ہیں اور جداگانہ عقائد رکھتے ہیں۔ منجملہ انکے ایک فرقہ داؤدی کے نام سے موسوم ہے انکے راس الرئیس حضرت مولانا السید طاہر سیف الدین ایک جوان جو ایک عالم ہونے کے علاوہ صاحب تدبیر بھی ہیں۔ یہ اپنے گروہ میں کا معصوم مانے جاتے ہیں یعنی معصوم تو نہیں ہیں لیکن خطا سے بری سمجھے جاتے ہیں جسے کلامی اصطلاح میں محفوظ کہتے ہیں۔ نائب امام ہونے کی حیثیت سے انکی اطاعت فرض ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سیدنا الطاہر سیف الدین علمی رفاہ کی طرف سے بے پروا نہیں ہیں۔ بات معقول ہے۔ آج کوئی شخص جو کمیں نکالنے اور مستیں چڑھانے کے فن سے واقف نہیں زندوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اسلامی جرائد کے قلم میں جب کھجلی ہوتی ہے تو تبلیغ کرنے کے بوہروں کی چندیا سے مشتاق کیا کرتے ہیں۔ اور انکی طرف سے عام تاریخ اسلام میں الزامات اور فتنہ انگیزیوں کی تغلیط و ابطال کرتی ہے وہ بھی پیش نہیں کیے جاتے۔ پچھلی اور اگلا ہے۔ سنڈیا سلائی اور چپ ہوئے ہیں۔ دشمنانہ زبان قلم کو تکلیف دی۔ الروضۃ البہیہ فی تاریخ الفاطمیہ کو دیکھ کے ہم متعجب ہوئے کیا معنی کہ دستور کے خلاف ہے۔

ہمارے پیر مغاں سے الجھ پڑے آ کر
یہ آج حضرت واعظ نے کیا قیامت کی!

البیان المغرب فی اخبار المغرب عربی زبان میں ابن العذاری مراکشی کی ایک تصنیف ہے۔ کتاب کہیں کونے کھدرے میں پڑی ہوئی تھی محمد جمیل الرحمن صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے اسکے ہاتھوں اسکا ترجمہ کر ڈالا۔ ترجمہ کی اشاعت کو پانچ برس گزر گئے جزول پر جس کے پہلی بار آج آئے آنسو پانچ برس کے بعد اسکا دوسرا حصہ شائع کیا گیا ہے۔ بعض ایسی ڈاکٹر حسین جعفر صاحب ہیں گر رضا جانے کس نزوقت سے شغل رکھتے ہیں۔ علیہ اوکی رہا آدمی صاحب فکر اور قابل علوم ہوتے ہیں۔ مذہبی جھگڑوں میں پڑنا ہمارا دستور نہیں۔ اسلیے نفس مضمون کتاب کے صحت و سقم کا اظہار ہمارے قلم سے خارج ہے۔ ناظرین کتاب اپنے اپنے مذاق اور ذہن کے مطابق خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ ان طبع ثانی کی نوبت آئے تو جعفر صاحب سے درخواست ہے کہ فاطمیین کی سلطنت کا نقشہ اور انکے مقبوضات کے تفصیلی حدود بھی کتاب میں بڑھائیں۔

ایسا ڈاکٹر حسین جعفر صاحب کو مترجم پروفیسر سے شکایت ہے کہ آکر معزز فاطمیین کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" اصل مصنف نے زیادہ کردیا تھا تو کم از کم جناب مترجم مصنف کی روش اختیار کرلی چاہیے تھی۔ مگر شکایت بیجا ہے۔ کیوں؟ اسے حضرت اگر زبان تک شیرینی رکھی جاتی تو روضۃ البہیہ کی پیدائش ہر گز نہ ہوتی نہ آپ کی غیرت کی داد دی جاتی۔

اس کتاب کی تدوین مشغول تاریخی کتب سے ہوئی ہے اس وجہ سے سلاطین فاطمیہ کے سیاسی طرز عمل کا ذکر خال خال ہے اور سیاسی فوائد ناظرین کو نظر نہیں ہے۔ زندہ اسمٰعیلیہ اگر اپنے عقائد مذہبیہ کے جزدان میں رکھنا چاہتے ہیں تو اسے وہ اختیار ہے مگر کم از کم اہم تاریخی واقعات

دیوہ جنگ ظلم سینہ جیسا اور دیگر اسلامی سلطنتوں سے فاطمیہ کے تعلقات ضرور خائع ہوجانے چاہئیں آجکل ہندوستان کی چھوٹی جماعتیں اپنے مستقبل کے بارے میں مضطرب ہیں۔ جماعت جو اس وقت بھی چھوٹی جماعت ہے اور وہ کے بھی کچھ حقوق ہندوستان کی گردن پر ہیں۔ تاجرانہ بخل و کفایت سے کام لیا گیا تو شاید نتیجہ خوب ہو یا گتھیاں سلجھانے میں وقت کی ڈور الجھ جائے۔ جائیو سرا بھی سے نکال رکھو ورنہ دربار سے اسی طرح نکال باہر کیے جاؤ گے جس طرح حسن بن صباح دربار ملک شاہ سے۔ یہ حکایت بھی لطیف اور سننے کے قابل ہے۔ ایک مکتب کے تین شاگرد تھے نظام الملک طوسی عمر خیام اور حسن بن صباح۔ آپس میں عہد ہوا کہ تینوں میں سے جس کسی کی قسمت کا ستارہ چمکے اور طالع یاور ہو وہ دوسرے دوستوں کا لحاظ رکھے بادشاہ رسی کا فخر پہلے حضرت خواجہ نظام الملک کو حاصل ہوا۔ خبر پاکے عمر خیام نے وفائے عہد کا تقاضا کیا۔ بارہ سو تومان سالانہ پر انھوں نے قناعت کی یہ تو لگے ستاروں کی چال دیکھنے اور دفتر شماری کرنے پھر حسن بن صباح پہنچے انھوں نے حسن کلام اور خوش تدبیری کے حیلوں شاہ کے مزاج میں پورا دخل حاصل کر لیا۔ اب مولانا نظام الملک بھنا ہے اور یاروں میں چوٹیں چلنے لگیں۔ ایک روز بادشاہ نے پوچھا کہ ملک مقبوضہ کا تمام جمع خرچ کتنے دنوں میں مرتب ہو سکتا ہے خواجہ نے جواب دیا دو سال میں۔ اور حسن بن صباح نے کہا چالیس دن میں۔ حسن بن صباح کو چالیس دن کی مہلت دی گئی۔ آدمی محاسب اور محنتی تھے مدت کے اندر دفتر مرتب کر لیا مگر خوش تدبیر کہ صفحات پر نمبر نہ لگائے "پار رسی" پر اکتفا کی۔ یاروں کے داؤں لگی ہوئی تھی چالیسویں دن دربار میں پہلے حسن بن صباح حاضر ہوئے دفتر اپنے غلام کی بغل میں سپرد کر دیا کہ جب طلب کریں فوراً پیش کرنا۔ پھر حضرت خواجہ تشریف لائے جلوخانے میں حسن بن صباح کا غلام دفتر لیے کھڑا تھا اس سے کاغذ مانگ لیے اور حسن ترتیب دیکھتے ہی خیال ہوا کہ حسن بازی مار لے گیا۔ تمام دفتر الٹ پلٹ ابتر غیر مرتب کر کے غلام کے حوالے کیا بہزار تحریاں

غلام کی ناک پر ہواوں کو منھ بند رکھنا۔ اور خود شاہی دربار میں اپنی جگہ پر جا بیٹھے اتنے میں بادشاہ نے دفتر طلب کیا ظاہر ہے کہ ابتر دفتر سے بادشاہی پیچیدہ سوالات کا جواب کیونکر دیا جاتا حسن کو ندامت ہوئی اور اس ندامت کے مارے روپوشی پر مجبور ہوئے یعنی دربار سے روز بھاگ کھڑے ہوئے حالانکہ اچھا دفتر کا مرتب ہونا دو ایک روز میں دشوار نہ تھا۔

روضۃ الصفا ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب ہے لکھائی چھپائی اچھی ہے کاغذ چکنا سفید ہے مطبع نادری جبلپور سے ۱۱ روپیہ قیمت پر مل سکتی ہے۔

راقم

خاکسار اودھ پار اتالیق

قول مرداں جان دارد:

وضعداری

بانکے مرزا نوکری کی تلاش میں نکلے جنگل میں ان میں ایک دوسرا خوبصورت جوان ملا دونوں میں صاحب سلامت ہوئی دونوں ایک دوسرے کے گرویدہ ہوئے آپس میں معاہدہ ہوا کہ ہر کام میں ایک دوسرے کا دل و جان سے شریک رہے گا۔ نوجوان سے بانکے مرزا نے کہا آؤ بھائی شکار کھیلیں بھوک بہت لگی ہے جوان تو شکار کی تلاش میں گیا ان سے کہتا گیا تم جنگل کی سوکھی لکڑیاں چن لاؤ۔ بانکے نے لکڑیاں چنیں۔ جوان ہرن مار لایا خود نمک کی تلاش میں گیا انھیں گوشت صاف کرنے کی خدمت پر معین کیا اور بھی آگ روشن تھی اور معدے میں بھی بانکے نے نمک مرچ کا انتظار نہ کیا ہرن کا دل نکال کے آگ پر تکے سینکے اور کھا گئے۔ جوان نمک مرچ لے کے پلٹا کباب تیار ہوئے کھلیں ٹھنی جوان نے پوچھا دل کہاں ہے بانکے مرزا کے منھ سے نکل گیا اس ہرن کے دل نہ تھا۔ بات اچنبھے کی تھی جوان ذرا متحیر ہوا کہنے لگا کہ آیا بے دل کا ہرن بھی ہوتا ہے "بانکے" نے کہا "پروردگار کے قدرت بانکے" شکار کے بعد اقرار کیا کرتے وضعداری کے شیشے میں بال نہ پڑ جاتا۔ مگر اور شکار معمولاً بڑھتے بڑھتے جنگل

بیکار کی حد تک پہونچ گیا۔ بانکے مرزا سپہ گری کے فنون میں بھی پھیسڈی رہ گئے جوان سینہ پر چڑھا گو دبا خنجر رکھ کے پوچھا بتاؤ ہرن کے دل تھا یا نہیں اب بھی سچ کہہ دو ورنہ جان مفت جائے گی۔ مرزا نے کہا جو کچھ ہو ہرن کے دل کہاں تھا۔ پہلا امتحان ختم ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جوان نے کہا چلو مرزا چوری کریں۔ چوری کے واسطے شاہی محل تاکا گیا کمند پھینک کے دونوں چھت پر اور چھت سے انگنائی میں اترے جوان نے جواہر کا صندوقچہ بغل میں دبایا مرزا سے کہا تم کھڑکی کی آڑ میں کھڑے رہو ہم بچتے بچاتے دو بیچ فوراً مرزا حضرت میں آ گئے جوان اپنی کمند تک پہونچا اور چوری چوری کا قفل چھوڑا مرزا دھر سے گئے اور مجرم بن گئے دیا۔ شاہی محل میں چوری کا ارتکاب! صبح کو مرزا دار سولی کے نیچے کھڑا دیے گئے تیسرا حکم ہو بہتے ہی سولی پر لٹکائے گئے۔ اتنے میں جوان صیاد شکار کھڑے پر آندھی کی طرح آیا جلاد کو سرنگوں کیا اور مرزا سے یہ سوال کیا کہ اب بھی خیر ہے اگر جان عزیز ہے تو بتا دو کہ دل تھا۔ مرزا نے گردن ہلا کے جواب دیا دل نہ تھا۔ یہ دوسرا امتحان تھا۔ تیسرا یہ تھا کہ ایک ضرب شمشیر کی بیس مرزا کو بچا لیا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کے غائب ہو گیا لینا کرنا جانے دینا۔ مگر کوئی گرد بھی پا نہ سکا۔ مرزا اپنے رفیق کے ساتھ ایک عالیشان محل میں آئے رفیق نے مردانہ لباس اتار زنانہ پوشاک پہنی رفت مرزا دیکھتے ہی غش کھا کے گرے۔ خوبصورت رفیق نے مرزا کا سر زانو پر رکھا کنیزوں نے مروحہ جنبانی کی بیجا نے گلاب کیوڑا چھڑکا۔ مرزا نے آنکھ کھولی رفیق نے منھ سے منھ ملا کے سوال کیا۔ ظالم اب بھی کہہ دے کہ ہرن کا دل تھا۔ مرزا بولے اول ہوں۔ یہ تیسرا امتحان ہوا۔ رفیق نے کہا شنو مرزا ہندی اس شہر کی شاہزادی ہے باپ نے میری شادی کا مجھی کو مختار بنایا ہے اور میں تمھیں اپنا ہم پہلو بنانا چاہتی ہوں اٹھو حواس درست کرو تھوڑی دیر میں دلھن کا جوڑا آتا ہو گا۔ جوڑا آیا رسم ہوئی قاضی آیا اور آستانہ بند ہو گیا۔ حجلۂ عروسی میں ہاتھ اور منھ کی گفتگو تمہید ختم ہوئی اور بے صبری کی کتاب کھلی۔ جنابِ حضرت



قلم معدوم رقم:- "یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں۔ ہے عیش خواب میں"

رفتر انقلاب پیکر:- "واں ایک خاموشی مری سب کے جواب میں۔ لطف انقلاب میں۔"



گل صبحدمے بجود برآشفت و بریخت
با باد صبا حکایتے گفت و بریخت
بد عہدی دہر بیں کہ در چندیں روز
سر برزد و غنچہ کرد و بشگفت و بریخت

سجاد ظہیر بھی عقل کے دشمن نے جان کی قسم دے کے پوچھا یہی سچ کو بتاوے ہیرن کے دل تھا یا نہیں۔ مگر وہ وہی مرغا یا سنتی کھسک کے بولا۔ سرکار ابھی کہیں [illegible] بیٹھے ہیں۔ دل نہیں تھا۔ نہیں تھا۔ نہیں تھا۔ [illegible] طبع میں حسن بعد ہی پر قالب ڈالی۔ یہ کہانی [illegible] کہا کرتی ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ہرن کے بات کے [illegible] سکتے ہیں۔ مگر نہیں غلط ہے ہندوستان کے اخبار نویس اپنی پالیسی میں آولکھوں بیٹھے کہا کرتے ہیں یعنی ایک اخبار کا فلاں کو اپنی پالیسی جو ہندو فکر اسی معین کرتی چاہیے کہ پھر نہ بدلتے پائے یہ پالیسی ہوتا ہر شے نیا ناز بجا از آج کورٹ کی بات کل نوج کی بات جس غرض سے آج پرچہ نکلا تھا کل اسی کی مخالفت اپنے منہ سے کرتے ہیں لیکن اگر شخصیت کا معاملہ آ پڑا اور جنبہ داری پر تل گئے تو ہو گئے آنکھ باندھے مرغ۔ "ہیرن کے دل نہ تھا"

دان اللہ خان نے پچاس ڈی اتحاد دور پہلا کر ٹوپ کا گورہ بنایا جنگ ہرا دیا تب بھی غازی ہے۔ ہیرن کے دل نہیں۔ خواتین کے پردے فرض بتلائے اسپر بھی آزادی کے حامی ہیرن کے دل نہیں زری وغیرہ کے سر پر بیٹ وزارت اور پرستی اور حمایت کے باوجود عادل کے عادل۔ ہیرن کے دل نہیں۔ یورپ کے قوانین وضع کرتے وقت شریعت کے اہم اصول پامال فرمائے تو وہ اسی میں فرق نہ آیا۔ ہیرن کے دل نہیں۔ قدم قدم پر ہوتیں کہیں دانشمندی کے پیچھے دولتی کے گھرے دوستی شہدا مدبر ٹھہرے۔ ہیرن کے دل نہیں۔ نوج کی تنخواہیں تین مہینے تقسیم نہ کی۔ پیروں اور مذہبی پیشواؤں کے مخالف ہو ہو کیے ترسی بازل کا لقب اخبار کی کانفرنسوں کی طرف سے حمایت کیا گیا ہیرن کے دل نہیں۔ دشمنوں کے ہاتھوں ہر ہم ہیں ناکامی کا منہ دیکھا تو سلطنت منصور فاتح اعظم کا خطاب ملا۔ ہیرن کے دل نہیں۔ جوتا ٹوپی چھوڑ کے میدان سے بھاگ گئے بہادری اور شجاعت میں رستم خالد بن ولید فرید الدہر وحید العصر ٹھہرے۔ ہیرن کے دل نہیں۔ نہ تو اخبار نویسوں کی جاں داد پر بھی غنی ہو حضرت

کے بگل بجی ہے۔ یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے اہل علم زریں جال میں پھانسے گئے ہیں اور غلط قصیدہ خوانی کی اجرت بانٹی گئی ہوگی پس بعد فرار و گریز جو ہیرن کے دل نہیں۔ تو اسکے معنی ہی کیا ہیں۔ بقول جامہ پنجاب ان کے لکھنے باند ہے کا اتنا اثر ہوا ان کی تحفظ منش قریب نے یہ رنگ دکھایا کہ ہندوستان کے بعض اہل دل بقول جامہ پنجاب غازی فاتح کا جامہ منصور کے خلع سلطنت پر درد گردہ میں مبتلا ہوے جب تک قندھار میں سقائی بچہ لوٹ مار نہ کیا کامل ہو چکا اس وقت تک یہ فتح درد گردہ پر غالب رہی مگر غازی کے ترک وطن اور منصب کی خبر سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون مرض باطل بنا کسی طب کی کتاب میں مذکور نہیں یعنی درد گردہ مع خبر سرحسش ۔۔ واہ خوب نہ بردہ سنت میں درد گردہ۔ اب اس وضعداری کے تیروں کا تودہ جنرل نادر خان بن رہے ہیں انکے بارے میں بھی ہیرن کے دل نہیں کا عمل شروع ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ جنرل صاحب ہیں تے تو ہم کہتے کہ یہ ان جنگ جیت کے ہندوستان تشریف لائیں اور علاوہ عروسی میں انکے مرزاؤں کا امتحان فرمائیں اور پیسہ تو آپ کے پاس نہیں مگر ممکن ہے کہ غازی وکیل انجارت عظیم ہند کا گمشدہ دل مل جائے۔

راقم

وضعدار حسن پرور

مولانا پنچ کی نوٹ بک

چڑے کا رجز پوابی سنٹ کی زبانی

ایک میاں چڑے بی بی چڑیا کے ساتھ اٹکھیلیاں خوش خلیاں کرنا چاہتے تھے بی چڑیا کچھ اسوقت موڈ میں ہوں نہیں۔ چڑے کو غصہ آیا اور سامنے بیٹھیا کے پیچھے تو وہ تمہیں تو تمہیں ایک آدمی جو پنج سے خبرلی پھر لگا دونوں کر سکتی ہے اپنا نہ ہے گر خدا نشہ پنجاب کے بازوؤں میں وہ قدرت وہ طاقت وہ توانائی ہے کہ بیک اشارہ یا دہ حضرت سلیمان کا قبہ سمندر میں پھینک سکتے ہیں؛

ہزرانے میاں چڑے کے الفاظ اپنے دامن میں لیٹ کے حضرت سلیمان کے سمع اقدس تک پہنچائے حضرت بنسے میاں چڑے کو طلب فرمایا پوچھا کیوں بی یہ تم کیا جھک مارتے تھے۔ اچھا یہ تم جو دعوے زبانی طاقت کا کیں ہیں بھی دکھاؤ چڑے صاحب نے کہا حضرت آپ بھی ہوائی لگائی بجھائی پر اعتنا فرماتے ہیں۔ خداوند وہ مرد ہی کیا جو اپنی جورو پر دھونس نہ ڈالے نیز دھونس ڈالے کام نہیں چلا کیا مستی کہ گھر کوگر کچھ ہے رانے پانی کے محتاج تو ہیں نہیں، دلی کیڑے کا تمبنبٹ انسانوں ہی میں ہے یہاں صفت کا تو شوقین ہے اکثر اسکی اوالی جسد پر دوزک ہوا کرتی ہے۔ بلدہ دھونس ڈالنے کی نوبت آتی ہے ہوائی چلغوزی یہ کان نہ دھریے یہ السیں ہی دھر بیچتے اڑایا کرتی ہے اسی منطق پر عمل فرماتے اگر مسز وینٹ نے ہوائی طرح کر کشن ڈال میں ہندوستانی چیدوں کی تحریر وجود اور تہدید آمیز کلمن الفاظ پہونچانے تو منا لگتہ مادروہ باعتبار منطق جسد دھونس بھی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے مگر حکومت ہند وہ چیڑا نہیں جو دھونس میں آجائے اول تو ہندوستان میں بغاوت کا نام نشان نہیں یہ تو سخت گیری اور چیٹر خانی کا ایک بہانہ ہے جو مسلسل تیس برس سے عاجز خراشی کا فرض ادا کر رہا ہے۔ دوسرے اگر مان بھی لیا کہ بغاوت خارج میں موجود اور محسوس ہے تو دیو خفتہ و چہ بیدار بھوک ہڑتال کیجیے اور جیل خانے جائیے اسلام اسکے انشاء رکھے وفاداروں کو ہر شخص ہچ کند چو مہرباں باشد درست ؛ دو حرفی سہ حرفی خطاب تا مسغول جبار کا قلع قمع کر سکتے ہیں خدا نے چاہا تو بندوق اور توپ کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ بس ہمارے نزدیک تو ہوا بیسنٹ کی یہ بدخواہی کہ اگر ہندوستان کے مطالبات جلدی پورے نہ کیے گئے تو بغاوت ہو جائے گی میاں چڑے کی دھونس سے زیادہ کمزور اور غیر مفید ہے۔ ہوا بیسنٹ کے کلمات سخت گیر تو ان کی حمایت کرتے ہیں اور اس حکومت کے حق میں جو از روے قانون ہندوستان پر مسلط ہے آساکش بدباطنی میں ایجاد کرنے کی حجت نظلی بہا سکتے ہیں۔ یہ دوہیں کر دیا ہے تو سوچیں کہ برگزیدہ جسد کا پیر بیٹھ چکا۔ جیسا منہ جڑی بات ہے یہاں کوئی

سلیمان منشی نہیں ہے جو دھکی اسد قیمت میں اتباہ کر سکے حکومت کو کیا الکس ہے تم دھرنا ڈالوگی وہ فریاد کرےگی کہ دیکھو صاحبہ ہم اپنی حفاظت کریں یا نہ کریں۔ بے بہت مجمع میں بوڑھیا نے بغاوت کا اقرار کیا ہے اب بھی جس کے وجود میں شک ہے پیشگاہ حکومت سے ایک نیا گورنمنٹ سیفٹی بل پیش ہو کے پاس کرا یا جائے گا۔ تم تو غیرت کو جتا کے سرخ سو بن جاؤ گی یہاں ہم لوگوں کی جان پر بنے گی دیا سلائی کی ڈبیا بھی تھانے پر جا کے مول لینی پڑے گی اور ہم سکا بھی ایک رجسٹر تیار کیا جائے گا۔ سگریٹ جلانے میں ایک دیا سلائی صرف ہوئی چراغ میں ایک چولھا روشن کرنے میں ایک۔ خدا نخواستہ خلاف معمول اگر چار دیا سلائیاں صرف ہو گئیں تو پولیس گھر گھیرے گی تفتیش آغاز ہو جائے گی بتاؤ جی یہ چوتھی دیا سلائی کیونکر خرچ ہوئی کون گواہ ہے۔ اچھا تلاشی دو ہم تو شبہ کرتے ہیں کہ تم نے کسی خلاف قانون مقصد کے لیے ایک مسالا چھوڑ کے رکھ لیا ہے یا تو چار دن جلی ہوئی دیا سلائیاں حاضر کرو ورنہ چلو جیل میں۔ جی ہم خوب تمھاری حرکتیں جانتے ہیں تم عادی مجرم ہو تمھارے خلاف بہت سی شکایتیں ہم تک پہونچی ہیں تم ضرور مسالا جمع کر کے بم تیار کرنا چاہتے ہو۔ اللہ یہ شورہ زرد کیا چیز ہے ارے گندھک! کیوں جی یہ گندھک تمھارے پاس کہاں سے آئی۔ ہاں ہم سمجھ گئے میں داد ہے اچار کی تو چوتھ۔ اس دھول کی [illegible] کھلی کچہری میں جوتے دکھانے پڑینگے۔ [illegible] ہیں۔ کام اچھا ہے وہی جس کا انجام اچھا ہے۔ [illegible] کی حکومت ہو جانے پر اتنا غرور فضول ہے۔ میاں انصاری جو اسی سے ڈرتے ہیں مسٹر [illegible] فرماتے ہیں اب تحمل کی قوت جواب دے چلی مسٹر چیٹی فرماتے ہیں کہ دیکھیے جو ہندوستانی محروم رہے تو [illegible] بڑھ جاینگے۔ اجی ان باتوں سے کیا ہوتا ہے جب زندگی فرمایا کرتے تھے [illegible]

آن رستم وقت روئیں تن
کہ یک پا بہ زرداشت وہ [illegible]

---

۱۰ جون ۱۹۲۶ کے روز [illegible] حاضر خدمت ہیں [illegible] کے پہلے ہفتے میں [illegible] منیجر اودھ پنچ

چور کی ماں کوٹھیا میں منھ ڈال کے روئے

یہ ایک مثل ہے اور ایسے محل پر استعمال کی جاتی ہے جہاں انتہا ہے ماں باپ کی بدنامی کا سبب ہو مثلاً کوئی شریف عورت اپنی بیٹی کی حرکتوں سے نالاں ہو مگر اسے خوف ہے کہ بدکاری شہرت اور بدنام ہوئی تو پھر اسے کون پوچھے گا۔ دل ہی دل میں کڑھے۔

کلکتہ کے اخبارات کا خلاصہ ہے دریائی قزاقوں کے مقدمے کا حال چھپا ہے کہ تین سال سے یہ چور جہازی مال اڑا لیجاتے تھے۔ خیر یہ کام ہے ان کا کیا چوروں کا یہی کام ہے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ رعایا کی حفاظت جان و مال کے لیے مقرر کیے گئے ہیں انھوں نے اپنے فرائض دیانتداری کے ساتھ ادا کیے یا حرام کی تنخواہ لیتے رہے۔ اجی یہاں کس کمبخت کی سوال ہے۔ کوئی دیانتداری کرے تو کیا اب کیا [illegible] کا سرا۔

قاچاری عہد میں ایرانی پولیس کی تنخواہ سالہا سال ملتی نہ تھی پولیس کے سپاہی پھٹی جوتوں پھٹی پوستین اور بوسیدہ چرمی پرتلے کی تلوار بھیجے ٹوٹے بوٹ سے آراستہ سڑک پر کھڑے راہگیروں کی خیر منایا کرتی تھی۔ آپ نکلے اور پولیس صاحب آگے بڑھے اب اگر آپ کمزور ہیں تو بے تکلف جیب میں ہاتھ ڈال دیا یہ کہہ کے پاس جو ہو وہ ان کے باپ کا مال ہے۔ اور اگر ذرا ہاتھ پاؤں والے ہیں تو آقا ہاتھ پھیلا کے بولا تھا۔ آقا جون! سلامتی کا زور سے طلبگاری ہے ہر حال کچھ نہ کچھ لے مرے۔ آخر یہ خادم کو تنخواہ نہ ملے وہ کیا کرے۔ ہندوستان کی پولیس وقت پر تنخواہ پاتی ہے عمدہ وردی سے آراستہ ہے نئے اور بے فکر جسموں پہ ربڑ گرد کا نیور اور ٹوپی وغیرہ کے علاوہ بارہ مار کے بہادری کے انعام حاصل کرتی ہے۔ سلامتی کہ کے بھیک نہیں مانگتی۔ اکثر موت کا پیام بھی وہ اچھا رہو تو سمجھو لینگے [illegible] بڑی ٹھنی رقمیں اڑاتی ہے۔ اسپر بھی ہیئت کا یہ حال ہے کہ بحری قزاق سے مل جاتی اور چوری کے مال سے تنخواہ مقرر کر دی۔ جج صاحب کی رائے ہے کہ اس کا رقبہ بہت ہی بے شمار ہے۔

کے ساتھ چند پولیس افسر بھی شریک تھے جو معطل اور برخاست کیے گئے ہیں قتل اور برخاستگی کوئی سزا نہیں ہے جب تک ان پر مقدمہ چلا کے بڑی بڑی سزائیں ان کو نہ دی جائیں اور چوروں کی فہرست میں ان کا نام لکھ کے وہی پابندیاں ان پر عائد کی جائیں جو چوروں پر جیل خانے سے باہر نکلنے کے بعد عائد کیجاتی ہیں ہم تو یہی سمجھیں گے کہ حکومت بنگال ان چوروں کی ماں ہے اور کوٹھیا میں منھ ڈال کے روتی ہے۔

یا اہل البکاء

جریدہ سرفراز لکھنؤ کا محرم نمبر سامان بکا و گریہ سے لبریز نکلا ہے جس میں شہادت امام حسین پر کئی مضمون بہت عمدہ شائع ہوئے ہیں۔ یہ مضامین بکا و گریہ کے ساتھ ہی ادبی اور تاریخی حیثیت سے بھی قابل قدر ہیں ان کا انداز روضہ خوانی سے بالکل علحدہ ہے ہر ایک مضمون نگار نے حتی الوسع دو سروں پر جوش کرنے اور دل دکھانے سے اجتناب کیا ہے۔ نظم و ترتیب [illegible] [illegible] چہرا کے لے گئے۔ تیسرا بھی ثواب سے خالی نہیں۔ اب دوسری کاپی و تحریر سرفراز سے بابت فروخت بہ حصول ہوئی ہے کرات حفاظت سے رکھیے اور دو پیسے والے فاتحہ پڑھیے ہمیں گر یہ و بکا سے زیادہ دلچسپی نہیں۔ پھر بھی اگر یہاں کا رونا اس جہان میں خوشی کا موجب ہو تو بابا یہ خوش دلی رونے میں عیب ہی کیا ہے۔ جو کوئی جاری تحریر دیکھ کے محرم تحریر سکتا ہے وہ رونے وقت ہمارا خیال رکھے ہیں بھول نہ جائے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے قیمت چار آنے بھیج کر دیکھئے۔

رعایت

[illegible] پیش کیا ہے جو ہم نے لکھنؤ کی مشہور و معروف [illegible] کے تقویم [illegible] ان چیزوں کی [illegible] نواب [illegible] ۲۹ [illegible] قیمت [illegible] اور پانچ آنہ کے ٹکٹ بھیجا جائے اور کوپن پر خریدار اپنا نام اور مقام صاف صاف لکھیے۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شرطیہ علاج! شرطیہ علاج!! شرطیہ علاج!!!

سفید داغ کی بجلی مار

دام پانچ روپیہ (صہ)

دمہ کھانسی کی اکسیر دوا

دام پانچ روپیہ (صہ)

سفید بال جڑ سے کالا

اگر آپ کے تمام یا کچھ بال سفید ہو گئے ہیں تو اکسیر تیل منگائیں۔

کالے سے گورا

دام پانچ روپیہ

خونی بواسیر

دام سات روپیہ

بجلی کی گولی

دام پانچ روپیہ (صہ)

طاقت کی دوا

دام پانچ روپیہ (صہ)

پتہ:۔ جڑی بوٹی میڈیکل ہال کمپنی سمری۔ دربھنگہ ملک ۲۶